ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر الطاف یوسف زئی

ایسوسی ایٹ پروفیسر ہزارہ یونیورسٹی

حفصہ الطاف

ریسرچ سکالر ہزارہ یونیورسٹی

ڈاکٹر رابعہ شاہ

لیکچرر ہزارہ یونیورسٹی

مختار مسعود کی کتاب "سفر نصیب" میں فلیش بیک تکنیک کا استعمال ایک مطالعہ

Dr.Altaf Yousafzai*
Associate Professor, Hazara University.
Hafsa Altaf
Research Scholar, Hazara University.
Dr.Rabia Shah
Lecturer, Hazara University.

***Corresponding Author:**

An Artistic and Stylistic Study of the Flashback Technique in Mukhtar Masood's Safar Naseeb

Flashback technique in Mukhtar Masood's travelogue Safar Naseeb and explores its artistic, historical, and stylistic significance. The research analyses how the writer interweaves present experiences with personal memories, historical events, and cultural narratives to create a multilayered narrative structure. Rather than functioning merely as a recollection of the past, flashback serves as a literary device that strengthens thematic unity, enriches historical consciousness, and deepens the reader's understanding of places, personalities, and civilizations. The study concludes that Mukhtar Masood employs flashback with remarkable artistic skill,

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

transforming Safar Naseeb from a conventional travelogue into a profound intellectual, cultural, and aesthetic text that occupies a distinguished place in modern Urdu prose.

Key Words: *Mukhtar Masood, Safar Naseeb, Flashback Technique, Urdu Travelogue, Narrative Technique, Historical Consciousness, Stylistics, Urdu Prose.*

فلیش بیک جدید بیانیہ فن کی ایک نہایت اہم اور مؤثر تکنیک ہے، جس کے ذریعے مصنف یا افسانہ نگار، ناول نگار، ڈرامہ نگار، زمانی ترتیب کو وقتی طور پر معطل کر کے قاری کو ماضی کے کسی واقعے، تجربے یا یاد کی طرف لے جاتا ہے۔ اس تکنیک کا بنیادی مقصد حال کے کسی منظر، کردار یا واقعے کو ماضی کے کسی تجربے سے جوڑنا ہوتا ہے۔ تاکہ قاری کو واقعے کی گہرائی، اس کے پس منظر اور اس سے جوڑی ہوئی تاریخ کے فکری و جذباتی پہلوؤں کا بہتر ادراک حاصل ہو سکے۔ فلیش بیک محض ماضی کی یاد دہانی نہیں بلکہ ایک ایسی فنی حکمت عملی ہے جس کے ذریعے مصنف حال اور ماضی کے درمیان ایک معنوی رشتہ قائم کرتا ہے اگر ادبی تنقید میں فلیش بیک کی بات جائے تو اسے زمانی تسلسل کی شعوری شکست قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے نہ صرف واقعات میں تہہ داری پیدا ہوتی ہے بلکہ کرداروں کی نفسیات، جذبات، احساسات مصنف کے تجربات اور تاریخی شعور کو بھی مؤثر انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے جدید نثری اصناف مثلاً ناول، افسانے، سفر نامے، خودنوشت اور فلمی بیانیے میں اس تکنیک کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

مختار مسعود نے بھی اپنی تصنیف "**سفر نصیب**" میں اس تکنیک کو محض ایک فنی تجربے کے طور پر استعمال نہیں کیا بلکہ اسے اپنے اسلوب کا بنیادی جزو بنا دیا ہے۔ ان کے نزدیک ہر منظر اپنے اندر ماضی کی ایک پوری دنیا سموئے ہوئے ہے۔ وہ موجودہ منظر کو دیکھتے ہیں مگر اس کے پردے میں چھپے تاریخی، تہذیبی اور ذاتی تجربات کو بھی قاری کے سامنے لے آتے ہیں۔ اس طرح ان کی تحریر صرف سفر نامہ نہیں رہتی بلکہ تاریخ، تہذیب، فلسفہ اور یادداشت کا حسین امتزاج بن جاتی ہے۔ فلیش بیک تکنیک سفر ناموں میں ایک خاص اسلوب کی نمائندگی کرتا ہے جس سے لکھنے والے کے وسیع تجربات اور مشاہدات ہمارے سامنے عیاں ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو نثر کے ساتھ ساتھ اردو شاعری بھی اس کے استعمال سے خالی نہیں ہے۔ جہاں تک سفر نامہ نگاری کا تعلق ہے اس کو عروج تک پہنچانے اور مقبولیت دلوانے میں بڑے بڑے ادیبوں کا کافی حد تک عمل دخل ہے۔ سفر نامہ نگار تخیل کو متحرک کر کے ماضی کی یاد کے ساتھ جڑ کر ترتیب سے بیان کرتا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

ماخذ تحقیقی مجلہ

"سفر نامہ، سفری حالات و تاثرات پر مشتمل کوائف ہوتے ہیں۔ یہ دراصل وہ بیانیہ ہے جو سفر نامہ نگار مشاہدات، کیفیات اور اکثر اوقات قلبی واردات کی صورت میں صفحہ قرطاس پر منتقل کرتا ہے"۔(۱)

اسی طرح ڈاکٹر انور سدید سفر نامے میں فلیش بیک کی تکنیک کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

"تکنیکی طور پر سفر نامہ میں بہت زیادہ تجربوں کی گنجائش موجود نہیں ہوتی۔"(۲)

مختار مسعود کے اسلوب کا سب سے نمایاں وصف ان کی غیر معمولی یادداشت، تاریخی شعور اور مشاہدے کی گہرائی ہے۔ یہی اوصاف ان کی فلیش بیک تکنیک کو منفرد اور مؤثر بناتے ہیں۔ وہ جب کسی مقام، منظر یا شخصیت کا ذکر کرتے ہیں تو اچانک ماضی کی کسی یاد، تاریخی واقعے یا تہذیبی تجربے کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور پھر نہایت مہارت سے دوبارہ حال میں واپس آ جاتے ہیں۔ اس پورے عمل میں بیانیہ کہیں بھی پھیلا ہوا محسوس نہیں ہوتا بلکہ ایک مسلسل فکری اور جذباتی ربط قائم رہتا ہے۔

مختار مسعود کے ہاں حال اور ماضی کا امتزاج نہایت فطری انداز میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جب وہ ہوائی جہاز سے تربیلا ڈیم کا منظر دیکھتے ہیں تو ان کے ذہن میں فوراً دوسری جنگِ عظیم، ہالینڈ پر جرمن حملہ، قیدیوں کی زندگی اور ڈاکٹر لینفنک کا واقعہ تازہ ہو جاتا ہے۔ بظاہر یہ دونوں زمانے ایک دوسرے سے بہت دور ہیں، لیکن مصنف اپنے فکری ربط اور تاریخی شعور کی بدولت ان دونوں کو ایک ہی بیانیے میں اس طرح پرو دیتے ہیں کہ قاری کو زمانی تفریق کا احساس نہیں ہوتا۔ یہی فنی مہارت ان کے اسلوب کو عام سفر نامہ نگاروں سے ممتاز کرتی ہے۔

ان کی فلیش بیک تکنیک کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ ذاتی یادداشت اور اجتماعی تاریخ کو ایک ساتھ سمو لیتے ہیں۔ وادی سوات، کاغان، ناران، ہنزہ، چترال کا ذکر کرتے ہوئے وہ صرف اپنے ذاتی سفر یا مشاہدات بیان نہیں کرتے بلکہ ان مقامات کی تہذیب، تاریخ، سیاسی حالات، مقامی روایات اور کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔ اس طرح ان کی یادداشت ایک فرد کی نجی یادداشت نہیں رہتی بلکہ پوری تہذیب کی اجتماعی یادداشت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سفر نامہ محض سیاحت کا بیان نہیں بلکہ تہذیبی اور تاریخی شعور کی دستاویز محسوس ہوتا ہے۔ مختار مسعود منظر سے خیال تک سفر کرنے کا غیر معمولی ملکہ رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں ہر فلیش بیک کسی نہ کسی خارجی منظر سے جنم لیتا ہے۔ وہ پہلے منظر کی جزئیات بیان کرتے ہیں، پھر اس کے اندر پوشیدہ معنویت کو دریافت کرتے ہیں اور اس کے بعد قاری کو ماضی کی دنیا میں لے جاتے ہیں۔ جھیل سیف الملوک کا ذکر کرتے ہوئے وہ صرف

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

قدرتی حسن کی تصویر کشی نہیں کرتے بلکہ اپنی سابقہ سیاحت، نوجوانی کے تجربات، مختلف ممالک کے مشاہدات اور انسانی زندگی کے تغیرات کو بھی یاد کرتے ہیں۔ اس طرح ایک سادہ منظر فکری اور فلسفیانہ سفر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

ان کے اسلوب میں تاریخی شعور کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ وہ جہاں بھی جاتے ہیں، اس مقام کی تاریخی اور تہذیبی حیثیت کو نظر انداز نہیں کرتے۔ دوسری جنگِ عظیم، تقسیمِ ہند، خلافتِ عثمانیہ، لینن گراڈ کا محاصرہ، بیروت کی تاریخ اور اجنتا ایلورہ کے غار یہ سب واقعات ان کے فلیش بیک کے ذریعے زندہ ہو اٹھتے ہیں۔ ان کے وسیع مطالعے اور تاریخی آگہی کی وجہ سے قاری محسوس کرتا ہے کہ ہر مقام اپنے اندر صدیوں کی تاریخ سموئے ہوئے ہے اور مصنف اس تاریخ کو حال کے ساتھ جوڑ کر ایک نئے تناظر میں پیش کر رہا ہے۔ گوپی چند نارنگ اسلوب کے حوالے سے اس طرح لکھتے ہیں۔

> "اسلوب کی بنیادیں اسلوبیات سے ہیں۔ یہ لفظ نیا نہیں، مغرب میں اس کے رواج کو صدیوں گزر گئیں، البتہ اردو زبان و ادب اس سے بعد میں آشنا ہوا۔ جہاں اس کے معنی زبان و بیان، انداز، اندازِ بیان، طرز بیان، لہجہ، رنگ، رنگِ سخن لیے جاتے رہے ہیں۔ اس میں اس بات کی پرکھ ہوتی ہے کہ کی شاعر یا ادب کے اظہار خیال کی خصوصیات کیا ہیں؟ یا اس نے کس طرح کی زبان کو برتا ہے یا کسی عہد میں زبان کیسی تھی اور اس کی کیا خصوصیات تھیں؟ اسلوب میں انھی مباحث کو بیان کیا جاتا ہے۔ گویا اسلوب کے بغیر ادب کی پہچان نہیں ہو سکتی۔ البتہ اس متعلق اکثر اشارے بھی مددگار بنتے ہیں۔ تنقید میں انہی مباحث کے نقوش کا نشان دہی کی جاسکتی ہے۔ اس کے برعکس جدید لسانیات میں اسلوبیات کا الگ تصویر سامنے آتا ہے جس میں اسلوبیات کی رو سے اسلوب کا تصور اسلوب سے مختلف ہوتا ہے یقیناً اس پر مغربی ادبی تنقید کے اثرات حاوی نظر آتے ہیں۔"(۳)

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو مختار مسعود نے "**سفر نصیب**" میں فلیش بیک کو اپنے اسلوب کی روح بنا دیا ہے۔ ان کے ہاں یہ تکنیک اندازِ بیاں کو معنی خیز اور جمالیاتی طور پر دل کش بناتی ہے۔ حال اور ماضی کا فطری امتزاج، ذاتی اور اجتماعی یادداشت کا میلاپ، منظر سے خیال تک سفر، تاریخی شعور اور فلسفیانہ اندازِ فکر یہ تمام عناصر مل کر ان کی فلیش بیک تکنیک کو اردو ادب میں ایک منفرد اور قابلِ تقلید نمونہ بناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "**سفر نصیب**" کو

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

محض ایک سفر نامہ نہیں بلکہ یادداشت، تاریخ اور تہذیب کے باہمی ربط کا ایک عظیم ادبی شاہکار قرار دیا جاتا ہے۔ مختار مسعود نے سفر نصیب میں فلیش بیک تکنیک کو غیر معمولی فنی مہارت کے ساتھ برتا ہے۔ ان کے ہاں فلیش بیک نہ تو مصنوعی محسوس ہوتا ہے اور نہ ہی محض یادوں کی بازیافت ہے، بلکہ یہ حال، ماضی اور تاریخ کے درمیان ایک مضبوط فکری ربط قائم کرتا ہے۔ ان کی تحریر میں منظر، یاد، تاریخ، تہذیب اور فلسفہ اس انداز سے یکجا ہو جاتے ہیں کہ قاری خود کو وقت کے مختلف ادوار میں سفر کرتا ہوا محسوس کرتا ہے۔

" **سفر نصیب** " مختار مسعود کی دوسری کتاب ہے جو جنوری ۱۹۸۱ میں پہلی مرتبہ سامنے آئی۔ اس کتاب کو اتنی شہرت ملی کہ تادم تحریر بارہ ایڈیشن مارکیٹ میں آچکے ہیں۔ یہ جداگانہ اہمیت کی حامل تصنیف ہے۔ مصنف نے اس میں بیک وقت دونثری انصاف کو برتا ہے۔**"سفر نصیب"** میں سفر نامہ کا مواد بھی ہے اور شخصیات کے خاکے بھی۔ یہ شخصیات مختار مسعود کے زبانی خاکے کی صورت میں قارئین کو جلا بخشنے کا باعث بنتی ہے۔ اس کتاب کا ایک حصہ سفر نامہ اور دوسرا خاکے پر مشتمل ہے۔ سفر نصیب" میں فلیش بیک کی تکنیک محض ماضی کے واقعات کی یاد تک محدود نہیں رہتی بلکہ یہ مصنف کے فکری، تہذیبی اور تاریخی شعور کی ترجمان بن جاتی ہے۔ ان کے ہاں ہر منظر اپنے اندر ایک مکمل تاریخی اور تہذیبی پس منظر رکھتا ہے۔ مختار مسعود جب کسی مقام کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اس سے وابستہ ماضی خود بخود ان کے ذہن میں ابھر آتا ہے اور پھر وہ اپنے مخصوص اسلوب سے قاری کو بھی اس ذہنی سفر کا حصہ بناتے ہیں۔ یہی خصوصیت **"سفر نصیب"** کو ایک عام سفر نامے سے بلند کر کے فکری اور ادبی شاہکار کا درجہ عطا کرتی ہے۔

> "سفر نصیب عجیب قسم کا سفر نامہ ہے۔ اس کا اسلوب اگرچہ منفرد مگر اردو ادب میں اس طرز کا دوسرا کوئی سفر نامہ نہیں تھا۔ مصنف کی سیر و سیاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کتاب کتنی کتابیں اپنے اندر سمو سکتی ہے اور کمرے میں بند شخص ایک ہی وقت میں کتنے مقامات پر پایا جا سکتا ہے۔ برف کدہ، پس انداز، طرفہ تماشا، زاد سفر سفر نامہ کے محض عنوانات نہیں بل کہ چار جہاتیں ہیں۔ ان کی کھوج میں شخصیات کے ساتھ واقعات اور مشاہدات آپ کے ٹرین، کشتی اور ڈونگی میں سفر کرتے نظر آتے ہیں"۔ (۴)

مزید اس حوالے سے ڈاکٹر رؤف پاریکھ لکھتے ہیں:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

"سفر نصیب دو حصوں، سفری داستان اور شخصی خاکہ پر مشتمل ہے۔ داستان جادہ ہے اور خاکہ سنگِ میل، ہر عمل سفر ہے اور ہر اعمال نامہ ایک سفر نامہ ہے"۔[۵]

اس تصنیف میں مختار مسعود نے فلیش بیک کو بڑے خوب صورت انداز میں برتا ہے وہ یک دم ماضی میں چلے جاتے ہیں اور بڑے خوب صورت انداز میں ماضی کو حال کے ساتھ جوڑ کر کے پیش کرتے ہیں۔

"**سفر نصیب**" کی داستان کا آغاز ہی سفر سے ہوتا ہے۔ اس میں مختار مسعود مختلف ممالک سیر کرتا ہے اور مناظر فطرت سے ہم کلام ہوتا ہے۔ مختار مسعود جب ہوائی جہاز کے ذریعے شمالی علاقوں کی طرف سفر کر رہے ہوتے ہیں تو تربیلا ڈیم کا وسیع منظر ان کی نگاہوں کے سامنے آتا ہے۔ بظاہر یہ ایک جدید تعمیراتی منصوبہ ہے، لیکن یہی منظر انہیں کئی دہائیاں پیچھے دوسری جنگِ عظیم کے زمانے میں لے جاتا ہے۔ وہ اپنے ہالینڈ کے قیام، وہاں کے استاد ڈاکٹر لینفنک اور جرمن افواج کے حملے سے متعلق واقعات کو یاد کرتے ہیں۔ یہاں فلیش بیک کا آغاز کسی ذہنی تصادم سے نہیں بلکہ موجودہ منظر کی فطری مناظر سے ہوتا ہے۔ تربیلا ڈیم کی وسعت اور انسانی محنت انہیں جنگ کے دوران انسانی جدوجہد، تعمیر و تخریب اور تہذیبی ارتقا کے سوالات کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اور وہ ایک دم جنگ عظیم کے دور میں خود کو محسوس کرتے ہیں اور قاری کو اس تاریخی دور میں اپنے ساتھ لے کر جاتے ہیں اس بارے میں وہ "**سفر نصیب**" میں یوں رقمطراز ہیں۔

> مسافر دریچے سے جوں ہی جھانکتا ہے تو اسے منظر کے ساتھ پس منظر بھی نظر آتے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے کہ تربیلا بند مکمل ہونے کے قریب پہنچ چکا ہے۔ یہ ۱۰ مئی ۱۹۴۰ء کی بات ہے جب دوسری جنگ عظیم کے ابتدائی مراحل میں جرمنی، ہالینڈ پر حملہ آور ہوا۔ پانچ ایام میں ہی ہالینڈ ہتھیار ڈال گیا۔ ہٹلر کی فوج ان ایام میں فتح کے جھنڈے گاڑ رہی تھی۔ ملکہ انگلستان پہنچ گئیں اور مزاحمتی تحریک سے وابستہ لوگ منظر عام سے غائب ہو گئے۔ ہالینڈ کی باگ ڈور آرتھر وان کے ہاتھ آئی۔ جب آسٹریا کو شکست ہوئی تو یہ ہٹلر کے معاون تھے اس لیے انھیں جبراً حکومتی انتظام چلانے کا وسیع تجربہ تھا۔ پولینڈ کو جب شکست ہوئی تو وہاں کے نائب گورنر جنرل آرتھر نے لاکھوں افراد قید کیے جنھیں بیگار کیمپوں میں بھیجا گیا۔ ان ولندیزی قیدیوں میں معاشیات کا ایک پروفیسر ڈاکٹر پیٹر ینفینک بھی شامل تھا۔ جس نے کپڑے کا تھیلا اور ٹین کا ڈبہ ساتھ رکھنے کی اجازت چاہی۔ اعتبار پختہ کیا تو کاغذ اور پنسل بھی

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

رکھنے کی اجازت مل گئی۔ انھوں نے معاشیات کی کتاب لکھنی شروع کر دی۔ وہ جو ورق لکھتے اسے ٹین کے ڈبے میں ڈالتے۔ چار سال بعد جب یہ ڈبہ بھر گیا تو اتنے میں جنگ بھی ختم ہو گئی۔ ان کی کتاب شائع ہوتے ہی نصاب کا حصہ بن گئی۔"۔(۶)

یہاں مختار مسعود نے فلیش بیک کو صرف ذاتی یادداشت کی بازیافت کے لیے استعمال نہیں کیا بلکہ اسے انسانی تاریخ کے ایک بڑے المیے سے جوڑ دیا ہے۔ قاری محسوس کرتا ہے کہ موجودہ ترقی اور تعمیر کے پیچھے انسانی تاریخ کی طویل جدوجہد اور بے شمار قربانیاں پوشیدہ ہیں۔ اس انداز سے فلیش بیک کے بیانیے میں معنوی وسعت پیدا کرتا ہے اور حال کو ماضی کے آئینے میں دیکھنے کا شعور عطا کرتا ہے۔

اس مقام پر یہ حقیقت بھی نمایاں ہوتی ہے کہ مختار مسعود تاریخ کو جامد نہیں سمجھتے بلکہ اسے ایک مسلسل عمل تصور کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک دوسری جنگِ عظیم صرف ایک گزر جانے والا واقعہ نہیں بلکہ اس کے اثرات آج بھی انسانی تہذیب، سیاست اور معاشرت میں موجود ہیں۔ اسی لیے تربیلا ڈیم کا موجودہ منظر انہیں ماضی کے انہی تاریخی لمحات کی یاد دلاتا ہے اور فلیش بیک کے ذریعے حال اور ماضی کے درمیان ایک مضبوط فکری ربط قائم ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر وزیر آغا "مختار مسعود" کی نثر کا بنیادی وصف یہ بتاتے ہیں۔

" مختار مسعود حال کے کسی معمولی منظر کو اپنے وسیع تاریخی اور تہذیبی شعور کے ساتھ اس انداز میں جوڑتے ہیں کہ قاری وقت کی مختلف پرتوں میں سفر کرنے لگتا ہے۔ ان کے نزدیک مختار مسعود کی تحریروں میں ماضی محض یاد نہیں بلکہ حال کی تعبیر کا ذریعہ ہے۔ یہی خصوصیت ان کے اسلوب کو عام سفر نامہ نگاروں سے ممتاز کرتی ہے۔ تربیلا ڈیم کے منظر سے دوسری جنگِ عظیم کی یاد اور وادیِ سوات کے مشاہدے سے ماضی کے تجربات کی بازیافت اسی اسلوبیاتی انفرادیت کی مثال ہے۔ مختار مسعود حال کے مشاہدے کو تاریخی تناظر میں دیکھتے ہیں، جس سے ان کی فلیش بیک تکنیک صرف زمانی تبدیلی نہیں رہتی بلکہ تہذیبی شعور کی علامت بن جاتی ہے۔"(۷)

مختار مسعود نے اپنے متن میں ڈاکٹر لینفنک کا ذکر محض ایک استاد کے طور پر نہیں کیا بلکہ انہیں علم، استقامت اور تہذیبی شعور کی علامت کے طور پر پیش کیا ہے۔ تربیلا ڈیم کو دیکھتے ہی ان کے ذہن میں ڈاکٹر لینفنک کی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

شخصیت اور جنگ کے ایام کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ یادداشت اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ مصنف کے ذہن میں شخصیات صرف افراد نہیں بلکہ اپنے عہد کی نمائندہ علامتیں ہیں۔ فلیش بیک کے اس استعمال سے مختار مسعود یہ واضح کرتے ہیں کہ انسان کی فکری تشکیل میں اساتذہ، تاریخی واقعات اور تہذیبی تجربات بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس طرح قاری صرف ایک فرد کی یادداشت نہیں پڑھتا بلکہ پورے عہد کی علمی اور تہذیبی تاریخ سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں فلیش بیک ایک ادبی تکنیک سے آگے بڑھ کر فکری مکالمے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

"**سفر نصیب**" میں وادیِ سوات کا ذکر نہایت دل آویز انداز میں سامنے آتا ہے۔ مختار مسعود جب اس سرسبز وادی، اس کے کھیتوں، بہتے دریاؤں اور خوشگوار موسم کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کے ذہن میں ماضی کے متعدد سفر اور بیتے ہوئے ایام زندہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں فلیش بیک کی بنیاد فطرت ہے۔ قدرتی مناظر ان کے حافظے کو متحرک کرتے ہیں اور وہ حال سے نکل کر ماضی کی دنیا میں داخل ہو جاتے ہیں۔ مختار مسعود کتاب میں مختلف قبائلی علاقوں کے سفر کا تذکرہ کرتے ہوئے ان علاقوں کی مقامی ثقافت تہذیب و تمدن کو بیان کر رہے ہیں۔ اس طرح جب ہوائی جہاز وادی سوات سے گزرا تو مصنف کو اپنی شریک حیات کے ساتھ وادی سوات میں گزرے ہوئے لمحات اور باہمی زندگی کا باقاعدہ یاد آجاتا ہے اور مصنف فلیش بیک کے ذریعے ماضی میں چلے جاتے ہیں۔

> "ہوائی سفاری کے جہاز کی کھڑکی کے ساتھ بیٹھے مسافر کو نیچے ایک وادی کی تھوڑی سی جھلک دیکھ کر اس ہم زاد کی یاد آئی جو مہکتی سانسوں کی تلاش میں کبھی وادی سوات جا پہنچتا ہے اور کبھی آدم پہاڑ کی چوٹی پر۔ گویا اس کے ذہن میں یادوں کا جال پھیلا ہوا ہے"(۸)

یہ فلیش بیک محض جذباتی یاد نہیں بلکہ ایک تہذیبی اور ثقافتی تجربہ بھی ہے۔ وہ وادیِ سوات کے قدرتی حسن کے ساتھ وہاں کے لوگوں کی سادگی، ثقافت، رہن سہن اور قدیم روایات کو بھی یاد کرتے ہیں۔ اس طرح ایک موجودہ منظر پورے تہذیبی پس منظر کے ساتھ قاری کے سامنے آتا ہے۔ یہی مختار مسعود کی فنی مہارت ہے کہ وہ ایک منظر کے اندر کئی زمانوں کو سمو دیتے ہیں۔ مختار مسعود نے موسمِ خریف کا ذکر کرتے ہوئے بھی فلیش بیک کی تکنیک کو بڑی خوبی سے استعمال کیا ہے۔ ان کے لیے موسم صرف قدرتی تبدیلی نہیں بلکہ انسانی زندگی، تہذیب اور یادداشت کا استعارہ ہے۔ جب وہ سرسبز کھیت، بارش اور زمین کی شادابی دیکھتے ہیں تو انہیں اپنی زندگی کے مختلف ادوار، ماضی کے سفر اور گزرے ہوئے موسم یاد آجاتے ہیں۔ اس بارے میں مصنف لکھتا ہے:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

"مسافر ایک مرتبہ خریف کے موسم کے اختتام پر وادی سوات گیا۔ پہاڑوں پر ایک موڑ کاٹتے ہی ہوا کا ریلا گاڑی کی کھڑکی سے اندر آیا۔ اس ریلے میں ہوا برائے نام تھی۔ اس میں خالص خوشبو رچی بسی تھی۔ مسافروں نے گاڑی روک کر لمبے سانس لیے۔ دھان کے کھیت، جنگلی پھول اور ساون میں نہائے درخت خوشبو سے لبریز تھے۔ گویا پوری وادی ایک گندھی خانہ بنی گئی تھی۔ جوں جوں گاڑی پہاڑوں سے نیچے اترتی تو جیسے مسافر بھی خوشبو میں اترتے جا رہے تھے۔ مسافر نے اپنی زندگی میں خوش بودار سانسیں لنکا کی ایک پہاڑی پر بھی لی تھیں جہاں جزیرے کے درمیان میں آدم پہاڑ کے دامن میں ایک پہاڑی جگہ ادانیہ ہے وہاں نباتات کا ذخیرہ ہے۔ صدی قبل کسی خوش مزاج شخص نے بل کھاتے دریا کے کنارے تنگ وادی کے اس علاقہ کا ہرے بھرے ذخیرے کے لیے انتخاب کیا تھا۔"(۹)

یہاں پر مختار مسعود موسم کو ایک علامتی کردار بنا کر پیش کرتے ہیں۔ کہ جیسے موسم بدلتے ہیں، ویسے ہی انسانی زندگی بھی مختلف مراحل سے گزرتی ہے، لیکن یادیں انسان کے ساتھ ہمیشہ باقی رہتی ہیں۔ مختار مسعود انہی یادوں کو فلیش بیک کے ذریعے اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ قاری بھی اپنے ماضی سے وابستہ محسوس کرنے لگتا ہے۔ اس مقام پر فلیش بیک صرف زمانی تبدیلی نہیں بلکہ انسانی احساسات اور نفسیات کی عکاسی بھی بن جاتا ہے۔ مختار مسعود نے دوران سفر قبائلی علاقوں کی مختلف روایات، تہذیب و ثقافت کو اجاگر کیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے غیر ملکی سرکاری دوروں اور سیر کے دوران بھی ان ممالک کی تاریخی حیثیت، ان کی سیاسی جدوجہد اور ان کے تمام حالات و واقعات کو بڑی سلیقہ مندی سے قلم بند کیا ہے۔ مصنف نے فلیش بیک کے ذریعے ایک جگہ کے سفر کرتے کرتے دوسری جگہ نکل جاتے ہیں اور اس کے خدوخال ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں

مختار مسعود کی تصنیف" **سفر نصیب** "میں فلیش بیک کی تکنیک صرف یادداشت کی بازیافت کا ذریعہ نہیں بلکہ تہذیبی، تاریخی اور نفسیاتی شعور کی تشکیل کا اہم وسیلہ بھی ہے۔ مصنف جب مختلف مقامات کی سیاحت کرتے ہیں تو ان کی نگاہ صرف قدرتی مناظر تک محدود نہیں رہتی بلکہ ہر منظر ان کے ذہن میں ماضی کی کسی یاد، تاریخی واقعے یا تہذیبی روایت کو زندہ کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سفر نامہ زمانی ترتیب سے آگے بڑھ کر مختلف زمانوں کے باہمی ربط کا استعارہ بن جاتا ہے۔ وادیِ گبرال، جھیل سیف الملوک، چترال، ہنزہ اور بیروت کے حوالے سے بیان کیے گئے واقعات اس اسلوبیاتی انفرادیت کی بہترین مثالیں ہیں۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

مختار مسعود جب وادیِ گبرال کے دلکش مناظر، بلند و بالا پہاڑوں، شفاف دریاؤں اور خاموش فضا کا مشاہدہ کرتے ہیں تو یہ منظر انہیں ماضی کے کئی حسین سفر، پرانی ملاقاتوں اور گزرے ہوئے خوبصورت لمحات اور زمانوں کی طرف لے جاتا ہے۔ یہاں فلیش بیک کا آغاز کسی منصوبہ بندی کے تحت نہیں بلکہ منظر کی داخلی تاثیر سے ہوتا ہے۔ قدرتی حسن ان کے حافظے کو بیدار کرتا ہے اور وہ حال سے ماضی کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔اس کے متعلق مصنف کا کہنا ہے:

"مسافر ایک دن محبوب حسن کے ہمراہ وادی گبرال پہنچ گیا۔ ستمبر ختم ہونے کو تھا اور گبرال میں دو موسموں کا راج تھا۔ دھوپ ہوتی تو بہار کا گمان، چھاؤں میں خنکی۔ محبوب حسن دھوپ چھاؤں جیسی طبیعت کے حامل تھے۔ مچلے کہ نالے میں نہایا جائے۔ مسافر نے یاد دلایا کہ ایک بار گرمیوں میں وہ دونوں اجازت کے بغیر براستہ جنگل مشرقی پاکستان کے کاکس بازار سے برما کے علاقے ابرامکان گئے اور واپسی پر ایک گم نام دریا کو تیرتے ہوئے عبور کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ مسافر نے دریا میں چھلانگ لگا دی اور وہ ٹھنڈ کے ڈر سے اس کشتی میں سوار ہو گئے جو جیپ کو پار لے جارہی تھی۔ ان کا جواب تھا کہ بات موسم نہیں وقت کی ہوتی ہے۔ کبھی گرمی میں بھی سردی لگتی ہے اور کبھی سردیوں میں بھی گرمی۔ مسافر نے جواب دیا کہ میرا اشارہ بھی وقت کی طرف ہے۔ میں نے بچپن میں جب سے سنا اور پڑھا کہ بابر نے اپنے راستے میں موجود ہر دریا کو تیر کر عبور کیا تھا، اس دن سے جو خواہش دل میں تھی وہ نوجوانی میں مشرقی پاکستان کے دریا میں کود کر پوری ہوئی۔ یہ کئی سال قبل کا واقعہ ہے۔ اب وقت، موسم اور مقام سب کچھ غیر موافق ہے۔ اس دور میں بابر کی طرح کی خواہشات پوری نہیں ہو سکتی۔ شومئ قسمت سننے والے نے ایک نہ سنی۔ نہانے کے لوازمات بھی مکمل نہ تھے۔ کپڑے اتار کر درخت کے نیچے رکھے اور زیر جامہ پہن کر پانی میں ڈبکی لگا دی۔ ان میں سے ایک گنگناتے ہوئے بولا "بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق"۔ ابھی آدھا مصرع ہی پڑھا تھا کہ یہ مصرع صاحبِ مصرع دونوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ مسافر گبرال سے اتنا متاثر ہوا کہ بار بار وہاں جانے کی خواہش نہیں رکھتا۔"(۱۰)

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

اس مقام پر فلیش بیک کا بنیادی مقصد صرف ماضی کو دہرانا نہیں بلکہ اس احساس کو اجاگر کرنا ہے کہ انسان جہاں بھی جاتا ہے، اس کی یادیں اس کے ساتھ سفر کرتی ہیں۔ مختار مسعود کے نزدیک سفر صرف جغرافیائی نقل و حرکت کا نام نہیں بلکہ روح، فکر اور شعور کا سفر بھی ہے۔ اس لیے وادیِ گبرال ان کے لیے صرف ایک قدرتی مقام نہیں بلکہ اپنی ذات اور ماضی سے مکالمے کی علامت بن جاتی ہے۔ اسی طرح آگے جاکے وادی کاغان کی خوبصورت جھیل سیف الملوک کے ذکر میں مختار مسعود کی فلیش بیک تکنیک اپنے جمالیاتی عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ جھیل کی خاموشی، شفاف پانی اور گردونواح کے برف پوش پہاڑ مصنف کو نہ صرف اپنے سابقہ اسفار بلکہ انسانی زندگی کی ناپائیداری اور حسنِ فطرت کی ابدیت کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ وہ موجودہ منظر کو دیکھتے ہوئے ماضی کے مختلف تجربات کو اس طرح یاد کرتے ہیں کہ دونوں زمانے ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے ہیں۔

> "جہاز اب سیف الملوک پر اڑ رہا ہے اس جھیل سے چھ میل کے فاصلے پر دریائے کہنار کے کنارے مسافر نے ایک بار دس پندرہ دن کے لیے ڈیرہ ڈالا تھا۔ وہ تین ناغے ہوئے ان کو چھوڑ کر ہر روز پہلا یا تیسرا پہر اس جھیل کے کنارے گزرا۔ راستے میں ایک گلیشر کا ٹکڑا ملتا اس پر ہر مرتبہ سوکھے کھنگر اور تازہ شاخیں بچھائی جاتیں تب کہیں جیپ پار ہوتی۔ مسافر نے کشتی کے ذریعے جھیل کی سیر کی۔ اردگرد کی پہاڑیوں سے ہر منظر دیکھا اور پھر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ایسے دلفریب مناظر سے لطف اندوز ہونے کے لیے اس حصہ میں کہیں ڈھلوان پر لیٹا جائے جس پر مرکزی دروازہ کھولا جاتا ہے۔ وہ سوکھی گھاس پر لیٹتا اور جھیل اس کے پہلو میں ہوتی۔ مسافر نے مناظر کو دیکھنے کی اولین سعی نوجوانی میں اپنے پہلے بیرون ملک سفر کے موقع پر سڈنی کے پل سے کی تھی۔ مختلف گاڑیوں کے ذریعے اس پل سے گزرا۔ مگر وہ چند لمحوں کا منظر اسے بہت بھایا جب عرشہ پر کھڑے ہو کر اس نے دیکھا کہ بحری جہاز پل کو چھو کر گزر رہا ہے۔ اسی طرح مسافر نے ایسی ہی ایک کوشش دنیا کی بلند ترین عمارت کو دیکھ کر بھی کی۔ قریب، دور، خشک اور تر کے علاوہ عمارتوں اور جہازوں کے دریچوں سے بھی دیکھا۔ کیمرے نے تو صحیح زاویے سے استفادہ کیا مگر مسافر کی آنکھ یہ نہ دیکھ سکی۔ مسافر نے تلاش چھوڑ دی تو اس سے بلند عمارات بھی بن گئیں۔ کاغان میں رکے ہوئے دس ایام گزرے۔ ابھی مزید ایام پڑاؤ کا ارادہ تھا۔ مسافر سیف الملوک کے کنارے پر لیٹا تھا۔ کچھ

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

لمحوں کے لیے سو گیا۔ جب اسے اٹھایا گیا تو وہاں چہل پہل تھی۔ قالین بچھ گئے۔ چھولداری لگ گئیں۔ سیخیں پرو دی گئیں۔ کنہار سے پکڑی گئی ٹراوٹ پکنے لگی۔ مسافر بھی اس دعوت میں شامل ہو گیا مگر اتنا ناشکرا نکلا کہ وادی کاغان کو اسی روز الوداع کہہ دیا۔ ناغے کے دنوں میں مسافر نے شوگران اور لالہ زار کی سیر بھی کی۔ ایک چشمے پر مسافر کا تو ڈاکٹر حامد کا عکس نظر آیا۔ ان کا مرشد کہا تھا کہ ہمیشہ ٹھنڈا پانی پیو۔ ڈاکٹر صاحب ایک اور پتے کی بات بھی بتا گئے کہ اکثر و بیشتر جائے نماز کی بجائے زمین کے فرش پر نماز ادا کیا کریں۔ کیوں کہ انسان جس خاک سے بنایا گیا ہے اس کو اسی خاک میں جانا ہے۔ اس لیے اس خاک سے اجنبیت نہیں رکھنی چاہیے۔ مٹی اور مٹی سے بنے انسان کا فاصلہ جتنا کم ہو گا اتنی خود کو پہچاننے کی منزل آگے بڑھتی جائے گی۔"(۱۱)

یہاں فلیش بیک منظر نگاری کو محض تصویری حسن تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اس میں فکری اور فلسفیانہ معنویت پیدا کرتا ہے۔ قاری محسوس کرتا ہے کہ قدرت کے حسین مناظر وقت کی قید سے آزاد ہیں، جب کہ انسان مسلسل تغیر اور زمانے کے بہاؤ میں زندہ رہتا ہے۔ یہی تضاد مختار مسعود کی نثر کو فکری گہرائی عطا کرتا ہے اور ان کی فلیش بیک تکنیک کو محض واقعاتی یادداشت سے بلند کر دیتا ہے۔

اسی طرح چترال کے سفر کا بیان کرتے ہوئے مختار مسعود صرف قدرتی حسن پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہاں کی تہذیب، ثقافت، زبان، روایات اور تاریخی پس منظر کو بھی اپنے فلیش بیک کا حصہ بناتے ہیں۔ چترال کے موجودہ مناظر انہیں ماضی کے ان ادوار کی طرف لے جاتے ہیں جب یہ خطہ مختلف تہذیبوں کے ملاپ کا مرکز تھا۔ اس طرح ایک موجودہ منظر تاریخی شعور کی علامت بن جاتا ہے۔

اور اس بارے میں مصنف رقم طراز ہے:

"دیر، چترال کا دروازہ ہے اور سوات اس کا صحن۔ مگر ایسے بھی ہو جاتا ہے کہ دروازے اور بر آمدے تک رسائی حاصل کر کے بھی انسان گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بلند علاقوں میں جہاں سے یہ جہاز جاتا ہے وہاں گھر بسانے انتہائی مشکل کام ہے۔ اس لیے یہاں کے باسی ایک سے زیادہ گھروں کے قائل ہیں۔ ایک گھر میں جب سردی ہو جائے تو دوسرے میں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

ماخذ تحقیقی مجلہ

چلے جاتے ہیں۔ پرانی دشمنیاں وہاں جینا حرام کر دیں تو مزید آگے چلے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ محنتی ہوتے ہیں۔"(۱۲)

یہاں پر مختار مسعود فلیش بیک کے ذریعے اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ہر خطہ اپنے اندر ایک طویل تہذیبی تاریخ رکھتا ہے اور موجودہ معاشرہ اسی تاریخی تسلسل کا نتیجہ ہے۔ مختار مسعود اس حقیقت کو نہایت فنی مہارت سے پیش کرتے ہیں کہ کسی مقام کی اصل شناخت اس کی جغرافیائی حیثیت سے زیادہ اس کی تہذیبی روایات میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس لیے ان کے ہاں فلیش بیک صرف ذاتی یادداشت نہیں بلکہ اجتماعی ثقافت بھی موجود ہے۔ ہنزہ کے ذکر میں مختار مسعود فطرت اور تاریخ کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتے۔ بلند پہاڑ، قدیم قلعے اور قدامت سے بھرپور ماحول انہیں ماضی کے ان ادوار کی یاد دلاتے ہیں جن میں یہ علاقہ مختلف تہذیبوں اور تجارتی راستوں کا اہم مرکز تھا۔ وہ موجودہ منظر کو دیکھتے ہوئے تاریخی شخصیات، قدیم تہذیبوں اور انسانی تمدن کے ارتقائی سفر کو یاد کرتے ہیں۔

"مسافر چند سال بعد ہنزہ پہنچا۔۔ دن بھر میں گلگت سے خنجراب پہنچ گئے، راستہ میں تازہ دم ہونے کے لیے چائے ملتی رہی۔۔۔ اس سفر کے دوران بہت سے لوگ ملے۔ بھانت بھانت کے لوگ اور دور دور سے آئے ہوئے لوگ، مقامی اور ملکی اور غیر ملکی۔ چینی باشندے بھی نظر آئے۔ سر جھکائے سڑک پر کام کر رہے تھے۔ اس علاقہ میں اب کئی نئی سڑکیں بن گئی اور کئی نئی بستیاں بس گئی ہیں۔ کشادہ اور بارونق بازار ہیں ہسپتال، مدرسے، دفاتر اور ریسٹ ہاؤس ہیں بس کا اڈا بھی ہے اور دو چار روز پرانا اخبار بھی مل جاتا ہے۔ بجلی کا انتظام وسیع پیمانہ پر ہے۔ بجلی گھر میں ڈپلومہ اور سیر کے بجائے ڈگری انجینئر اور فوجی افسر لگے ہوئے ہیں ۔۔۔ اس میں ذیلی عمارتوں کا اضافہ ہو چکا ہے۔ وہاں بہت سے لوگ رہتے ہیں۔ ہنزہ کا ماحول بدل چکا ہے منظر میں بدلا۔۔"(۱۳)

یہ فلیش بیک اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ وقت گزرنے کے باوجود تہذیب کے آثار باقی رہتے ہیں اور یہی آثار قوموں کی شناخت کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ مختار مسعود ان آثار کو محض تاریخی معلومات کے طور پر بیان نہیں کرتے بلکہ انہیں موجودہ منظر کے ساتھ اس طرح مربوط کرتے ہیں کہ قاری ماضی اور حال کو ایک ہی زمانی سلسلے کی کڑیاں محسوس کرتا ہے۔

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

مختار مسعود کی تصنیف **"سفر نصیب "** اردو سفر نامہ نگاری کا ایک منفرد اور فکری اعتبار سے بلند پایہ شاہکار ہے، جس میں فلیش بیک کی تکنیک کو نہایت فنکارانہ انداز میں برتا گیا ہے۔ اس تصنیف کا مطالعہ یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ مختار مسعود کے ہاں فلیش بیک محض ایک بیانیہ تکنیک نہیں بلکہ ان کے فکری نظام، تاریخی شعور اور تہذیب کا بنیادی جزو ہے۔ وہ ہر موجودہ منظر کو اس کے تاریخی اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ اس انداز میں مربوط کرتے ہیں کہ ماضی اور حال ایک دوسرے کی تعبیر بن جاتے ہیں۔ یہی اسلوب ان کے سفر نامے کو محض سفری مشاہدات سے بلند کر کے ایک فکری اور تہذیبی دستاویز میں تبدیل کر دیتا ہے۔ مختار مسعود کی **"سفر نصیب"** اردو ادب میں فلیش بیک تکنیک کے کامیاب اور مؤثر استعمال کی ایک نمایاں مثال ہے۔ ان کی تحریر میں یادداشت، تاریخ، تہذیب، فلسفہ اور جمالیات اس طرح یکجا ہو جاتے ہیں کہ قاری ایک ساتھ ادبی تجربے سے گزرتا ہے۔ انہوں نے اس تکنیک کے ذریعے نہ صرف سفر نامہ نگاری کو ایک نئی فنی جہت عطا کی بلکہ اردو نثر میں تاریخی اور تہذیبی شعور کے اظہار کو بھی نئی وسعت بخشی۔ یہی وجہ ہے کہ **"سفر نصیب"** کو صرف ایک سفر نامہ نہیں بلکہ انسانی یادداشت، تہذیبی شناخت اور تاریخی آگہی کی ایسی ادبی دستاویز قرار دیا جا سکتا ہے جس میں فلیش بیک کی تکنیک پوری فنی پختگی، فکری گہرائی اور جمالیاتی حسن کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے ۔

حوالہ جات

۱۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب میں سفر نامہ، ایم اے پبلکیشن، نئی دہلی، ۲۰۱۲ء، ص ۶۷

۲۔۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب میں سفر نامہ، ایم اے پبلکیشن، نئی دہلی، ۲۰۱۲ء ص ۲۰

۳۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، ادبی تنقید اور اسلوبیات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۴۱

۴۔ سعود عثمانی، کتابوں کا منتخب کردہ۔۔۔ مشمولہ امر شاہد،" (مرتبہ)، آوازِ دوست مختار مسعود، محفوظ ہیں سب یادیں اور باتیں، بک کارنر جہلم، ۲۰۱۷ء، ص ۱۷۱

۵۔ روف پاریکھ، ڈاکٹر، لوح ایام پر نقش آواز دوست کا سفر نصیب، ص ۱۱۰

۶۔ ڈاکٹر وزیر آغا، نئے مقالات، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز ۱۹۹۸، ص، ۲۱۴۔

۷۔ ایضاً، ص ۳۱۔ ۳۲

۸۔ نورالحسن جعفری، ایک عکس، مشمولہ منتشر یادیں، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۲۰۰۲ء، ص ۱۲۲

۹۔ ایضاً، ص ۴۱۔ ۴۲

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-34

۱۰۔ ایضاً، ص ۴۷

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۸۔۵۰

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۱۲۔۱۱۳

۱۳۔ ایضاً، ص ۵۲۔۵۴